Part
5

بہار تحریر

عبد مصطفی
AM ABDE MUSTAFA

BAHAAR -E- TEHREER (PART 5)
LANGUAGE : URDU
BY ABDE MUSTAFA OFFICIAL
PUBLISHED : MAY, 2020

Copyright
All Rights Reserved

No part of this book may be reproduced or distributed by photocopying or other mechanical methods, without the prior written permission of the publisher. For permission requests, write to the publisher.

Abde Mustafa Official

پسلی اور محبت

علامہ عبدالوھاب شعرانی (م 973ھ) لکھتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت حوا کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے ہی کیوں پیدا کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں یہ حکمت ہے کہ (پسلی میں جھکاؤ ہے اور) اس جھکاؤ کی وجہ سے عورت کو اپنے اولاد اور اپنے شوہر کی طرف میلان رہے۔ مرد کا بیوی کی طرف مائل ہونا حقیقت میں اپنے اوپر ہی مائل ہونا ہے کیوں کہ یہ اس کا جز ہے جب کہ عورت کا شوہر کی طرف میلان اس لیے ہے کہ پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں جھکاؤ اور میلان ہے۔

شیخ (محی الدین عربی) نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اس جگہ کو جس سے آدم سے حوا نکلیں، شہوت کے ساتھ معمور فرمایا تا کہ وجود میں خلا (خالی جگہ) باقی نہ رہے۔ پس جب خواہش سے ڈھانپی گئی تو اس نے اس کی طرف میلان کیا اور یہ اپنی طرف ہی مائل ہونا ہے کیوں کہ وہ آپ کا جز اور حوا آپ کی طرف مائل ہوئیں کیوں کہ یہ ان کا وطن ہے جس سے وہ پیدا ہوئیں۔

اگر کوئی کہے کہ جب تو حوا کی (آدم) سے محبت وطن کی محبت ہے جب کہ آدم کی محبت اپنی ذات کی محبت ہے تو جواب یہ ہے کہ ہاں یہ اسی طرح ہے۔ اسی لیے مرد کی عورت سے محبت ظاہر ہے کہ یہ اس کا عین ہے، رہی عورت تو اسے قوت دی گئی جسے حیا سے تعبیر کیا جاتا ہے پس اس پر اس کی قوت اخفا کی وجہ سے مرد کی محبت ظاہر نہیں ہوتی کیوں کہ وطن اس سے اس طرح متحد نہیں جس طرح اس سے آدم کا اتحاد ہے۔

(الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر، مترجم، ص270)

مذکورہ اقتباس سے یہ باتیں ظاہر ہوئیں:

(1) مرد کا عورت کی طرف مائل ہونا حقیقت میں اپنی طرف ہی مائل ہونا ہے کیوں کہ وہ اس کا جز ہے۔

(2) عورت کا بھی مرد کی طرف میلان ہے لیکن چوں کہ یہ مرد کی طرح اس کے جز کی مانند متحد نہیں بلکہ وطن سے محبت ہے اسی لیے عورت کی محبت ظاہر نہیں اور اس کی ایک وجہ حیا بھی ہے۔

عبد مصطفی

جھیز کی شرعی حیثیت

مسلمانوں میں یہ رواج عام ہو گیا ہے کہ نکاح سے پہلے لڑکی والوں سے جہیز کی مانگ کی جاتی ہے- اب تو بالکل کھل کر کہا جاتا ہے کہ ہمیں ایک گاڑی اور ایک لاکھ روپے چاہیے! لڑکی والوں کی جان اتنے میں بھی نہیں چھوٹتی بلکہ سیکڑوں باراتیوں اور رشتے داروں کے نخرے بھی اٹھانے پڑتے ہیں جس میں لاکھ روپے خرچ ہونا عام بات ہے-

ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ لڑکی والے ایک لاکھ روپے دینے کو تیار ہیں لیکن گاڑی دینے کی طاقت نہیں رکھتے تو اس وجہ سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا جاتا ہے! اسے ہم نکاح نہ کہ کر سودا کہیں تو زیادہ اچھا لگے گا-

شریعت میں جہیز کی مقدار طے کرنا بلکہ مقدار نہ بھی معین ہو کہیں شادی کرتے وقت جہیز کا مطالبہ ہی کرنا یا شادی کے وقت مطالبہ کرنا یا شادی ہو جانے کے بعد مطالبہ کرنا، یہ سب حرام ہے- یہ رشوت مانگنا ہے اور جو مال لیا مال حرام لیا؛ فرض ہے کہ اسے واپس کرے، اس کو استعمال میں لانا حرام ہے-

شامی میں ہے:

جعلت المال علی نفسھا عوض عن النکاح وفی النکاح العوض لایکون علی المراۃ (ج5، ص701)

(انظر: مقالاتِ شارح بخاری، ج1، باب سوم، جہیز کی شرعی حیثیت، ص387)

عبد مصطفی

توتوھے عبد مصطفی

راستے سے گزر رہا تھا کہ ایک طرف سے اسپیکر پر نعت پڑھنے کی آواز آئی؛ پڑھنے والا اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ شعر پڑھ رہا تھا:

خوف نہ رکھ رضاؔ ذرا تو تو ہے عَبدِ مصطفیٰ

تیرے لیے اَمان ہے تیرے لیے اَمان ہے

سنتے ہی دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی- کبھی نگاہوں کے سامنے حشر کی پریشانیوں کا منظر آتا تو کبھی یہ شعر.....، جب گناہوں کی یاد آتی ہے تو ناامید ہو جاتا ہوں پھر یہ شعر ڈھارس باندھتا ہے-

اس شعر میں اعلی حضرت خود کو کہتے ہیں کہ اے رضا تو کیوں گھبرا رہا ہے اور قیامت کی ہولنا کیوں سے ڈر رہا ہے ؟ تجھے ذرہ برابر بھی فکر نہیں کرنی چاہیے کیوں کہ تو کسی معمولی در کا نوکر نہیں بلکہ گدائے در مصطفی ﷺ ہے اور جو اس در کے غلام ہوتے ہیں ان کے لیے امن ہی امن ہے۔

مجھے کیا ہے کون ہے کس کا گدا

بس عبد مصطفی رہوں میں سدا

عبد مصطفی

قصہ گو مسجد سے باہر

امام شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمہ (م386ھ) لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص علم کی مجلس میں حاضر نہ ہو سکے تو اس کا نوافل پڑھتے رہنا اور اللہ تعالی کے دین میں غور و فکر کرنا، قصہ گوئی کی محفل میں جانے اور قصے کہانیاں سننے سے زیادہ پاکیزہ ہے کیوں کہ علمائے کرام کے نزدیک قصہ گوئی ایک بدعت ہے اور وہ قصہ گو افراد کو مسجد سے باہر نکال دیا کرتے تھے؛ چناں چہ:

ایک دن سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنھما مسجد میں اپنی مخصوص نشست کے پاس آئے تو وہاں ایک قصہ گو کو قصہ سناتے پایا، پس اس سے ارشاد فرمایا: میرے بیٹھنے کی جگہ سے اٹھ جاؤ۔

وہ بولا: میں نہیں اٹھوں گا، میں اس جگہ بیٹھ چکا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے سپاہی بلا کر اسے اس جگہ سے اٹھوا دیا۔

اگر قصہ گوئی سنت ہوتی تو حضرت ابن عمر کبھی اس قصہ گو کو اس جگہ پر بیٹھنے کے بعد نہ اٹھاتے بالخصوص اس صورت میں کہ وہ آپ سے پہلے وہاں بیٹھ چکا تھا اور یہ کیسے ممکن ہے حالانکہ خود حضرت ابن عمر نے روایت بیان کی ہے کہ "تم میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود نہ بیٹھے بلکہ وسعت اور کشادگی اختیار کر لیا کرو۔"

(صحیح مسلم، کتاب السلام)

منقول ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنھا نے ایک قصہ گو کے متعلق حضرت ابن عمر کو پیغام بھیجا تو آپ نے اس قصہ گو کی اتنی پٹائی کی کہ اس کی پشت پر مار مار کر اپنا عصا توڑ ڈالا، پھر اسے ایسے ہی پھینک دیا۔

(قوت القلوب، اردو، ج1، ص336، 337، ملخصاً)

آج بھی ایسے قصہ گو افراد موجود ہیں جنھیں موٹی موٹی رقم دے کر قصے بیان کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے اور ان کے مقابلے میں علماے اہل سنت کو گھاس تک نہیں ڈالی جاتی- جنھیں مسجد سے باہر نکالنا چاہیے انھیں منبر پر بیٹھایا جاتا ہے اور دست بوسی کی جاتی ہے- نہ جانے لوگوں کو کب یہ بات سمجھ آئے گی-

اس بات کو سمجھے ہی نہیں اہل گلستاں
پھولوں کی زباں اور ہے کانٹوں کی زباں اور

عبد مصطفی

ٹائی

شہزادۂ اعلی حضرت، مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ مصطفی رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ٹائی لگانا اشد حرام ہے، شعار کفار بد انجام ہے، نہایت بد کام ہے، کھلا رد فرمان خداوند ذوالجلال والاکرام ہے- ٹائی نصاری کے یہاں ان کے عقیدۂ باطلہ میں یادگار ہے، حضرت سیدنا عیسی علیہ السلام کے سولی دیے جانے اور سارے نصاری کا فدیہ ہو جانے کی- والعیاذ باللہ تعالی

(فتاوی مفتی اعظم، ج5، کتاب الحظر والاباحۃ، ص144، و فتاوی مصطفویہ)

حضور مفتی اعظم ہند ایک مرتبہ مبارک پور تشریف لے گئے تو ایک شخص ٹائی باندھے ہوئے آپ سے ملنے کے لیے حاضر خدمت ہوئے- جب قریب آئے تو حضور مفتی اعظم ہند نے ٹائی پکڑی اور پوچھا یہ کیا ہے؟ پھر خود ہی فرمایا کہ یہ انگریزوں کی تقلید ہے جسے وہ صلیب کی جگہ استعمال کرتے ہیں، جو قرآن سے متصادم عقیدے پر مبنی ہے- آپ نے اس کے گلے سے ٹائی اتروائی اور توبہ کروائی- اسی جگہ شمس العلما، حضرت مولانا قاضی شمس الدین جون پوری علیہ الرحمہ نے اس مسئلے کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ انگریز چوں کہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی دی گئی ہے اسی لیے وہ اپنے اس عقیدے کی بنا پر جگہ جگہ سولی کا نشان بناتے ہیں اور اسے اپنے گلے میں بھی لٹکاتے ہیں مگر ان کا یہ عقیدہ قرآن کے بالکل مخالف ہے-

(فتاوی مفتی اعظم، مقدمہ، ص298، ملتقطا)

حضور تاج الشریعہ، حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان علیہ الرحمہ نے اس مسئلے پر تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ کر تحقیق فرمائی ہے اور ٹائی کی شرعی حیثیت کو بیان کیا ہے- آپ کی یہ تحقیق ایک رسالے "ٹائی کا مسئلہ" کی شکل میں موجود ہے- اس رسالے کی تصدیق

مولانا سید مصطفی حیدر قادری برکاتی (حسن میاں مارہروی) نے کی ہے۔ یہ رسالہ انگریزی میں مستقل طور پر موجود ہونے کے ساتھ ساتھ "ازہر الفتاوی انگریزی" میں بھی شامل کیا گیا ہے۔

ایک سوال کے جواب میں مولانا محمد نیاز احمد برکاتی مصباحی، مفتی اعظم ہند کا فتوی نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ جن اسکولوں میں ٹائی لگانا لازمی ہے ان میں بچوں کو تعلیم دلانا حرام ہے۔

اس فتوے کی تصدیق مفتی نظام الدین قادری مصباحی اور مولانا محمد ابرار احمد امجدی برکاتی نے کی ہے۔

(انظر: فتاوی مرکز تربیت افتا، ج2، ص503، 504)

ایک دیوبندی ٹائی کے بارے میں لکھتا ہے کہ ٹائی کے استعمال میں یہ قباحت ہے اس میں غیر مسلم اقوام کی مشابہت پائی جاتی ہے اور اس بات کا بھی شبہ ہے کہ یہ در حقیقت سینے پر صلیب لٹکانے کی شکل ہو لہذا اس کے استعمال سے پرہیز کرنا لازمی ہے۔

(اشرف الفتاوی، ص275)

دارالعلوم دیوبند کے آن لائن دار الافتا میں ایک سوال کے جواب میں تحریر ہے کہ ٹائی غیر قوموں کا لباس ہے بلکہ اس کی ابتدا عیسائیوں کے باطل عقیدے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی دی گئی ہے کی علامت کے طور پر ہوئی تھی اس لیے مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں۔

ایک دوسری جگہ جواب میں لکھا گیا ہے کہ یہ انگریزی لباس کا حصہ ہے اور فساق و فجار کا بھی لباس ہے، اس کا پہننا ممنوع ہے۔

(ملخصاً: دار الافتا دیوبند ویب سائٹ، جواب 163957، فتوی آئی ڈی: 863-1151، وجواب 36266، آئی ڈی:
1433/172-2=272)

عبد مصطفی

کیا آپ بھی جواب دیتے ھیں؟

حضرت سیدنا ابو حفص نیشاپوری علیہ الرحمہ خراسان میں حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ جیسے مقام کے حامل تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ عالم وہ ہوتا ہے جس سے کوئی دینی مسئلہ پوچھا جائے تو وہ غمزدہ ہو جائے یہاں تک کہ اگر اسے زخمی کیا جائے تو (صحیح جواب دینے کے) خوف کے باعث اس کے جسم سے خون نہ نکلے اور اسے یہ ڈر لاحق ہو کہ دنیا میں پوچھے گئے اس سوال کے متعلق

آخرت میں اس سے پوچھا جائے گا- نیز وہ اس بات سے بھی خوف زدہ ہو کہ وہ سوال کا جواب دینے سے نہیں بچ سکتا کیوں کہ علمائے کرام کے فقدان کی وجہ سے اب اس پر جواب دینا فرض ہو چکا ہے، یہی وجہ ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ دس میں سے صرف ایک سوال کا جواب دیتے اور فرمایا کرتے کہ تم ہمیں جہنم کا پل بنا کر اس پر سے یہ کہتے ہوئے گزرنا چاہتے ہو کہ ابن عمر نے ہمیں ایسا ایسا فتوی دیا تھا-

(اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، ج1، ص651، 653 بہ حوالہ قوت القلوب اردو، ج1، فصل 31، ص741)

اس سے صرف علما ہی کو نہیں بلکہ ان مبلغین، مقررین اور لوگوں کو بھی عبرت حاصل کرنی چاہیے جن سے عام لوگ شرعی مسائل پوچھتے ہیں- جواب دینے سے پہلے سوچ سمجھ لیں کیوں کہ آخرت میں اس کے متعلق آپ سے بھی سوال کیا جائے گا- اگر معلوم ہو تو ہی کچھ بتائیں ورنہ کھلے الفاظ میں کہہ دیں کہ مجھے اس کا علم نہیں- اگر آپ نے کسی کو غلط مسئلہ بتا دیا تو صرف اسی کا نہیں بلکہ وہ جتنے لوگوں کو بتائے گا، سب کے اس پر عمل کرنے کا وبال آپ کے سر آئے گا!

عبد مصطفی

کیا حال چال ھیں؟

امام ابو طالب مکی علیہ الرحمہ (م386ھ) لکھتے ہیں کہ پہلی زمانے میں جب لوگ آپس میں ملتے تو ایک دوسرے سے پوچھتے: کیا حال چال ہیں؟ اس سے مراد یہ پوچھنا ہوتا کہ "مجاہدہ، صبر میں اپنے نفس کے متعلق اور ایمان و علم یقین کی زیادتی میں دل کی حالت کے متعلق کچھ بتائیے" بسا اوقات وہ یہ مراد لیتے کہ "پروردگار عزوجل سے اپنے معاملے کی خبر دیجیے" اور یہ بھی بتائیے کہ "دنیا و آخرت کے امور کی انجام دہی میں آپ کی حالت کیسی ہے؟ ان میں زیادتی ہوتی ہے یا کمی؟" اس طرح وہ اپنے دلوں کے احوال کا تذکرہ کرتے، اپنے علوم پر عمل کی کیفیات بیان کرتے اور اس بات کا بھی ذکر کرتے اللہ تعالی نے انھیں حسن معاملہ کی دولت عطا فرمائی اور ان کے لیے کیسے کیسے مفاہیم عیاں (ظاہر) کیے- اس سے ان کا مقصود محض انعام باری تعالی کو شمار کرنا اور اس پر شکر بجا لانا ہوتا کہ ان کا یہ عمل ان کے لیے معرفت و حسن معاملہ میں زیادتی کا سبب بن جائے-

آج کل لوگ ایک دوسرے سے مل کر حال چال معلوم کرتے ہیں تو ان کی مراد امور دنیا اور اسباب حرص و ہوا کے متعلق پوچھنا ہوتا ہے- اس کے بعد بندہ شکایت اور ناراضی کا اظہار کرتا ہے اور یوں وہ اپنے نفس کے ساتھ ساتھ اپنی بداعمالیاں تک بھول جاتا ہے-

(قوت القلوب، اردو، ج2، ص14، ملخصاً وملتقطاً)

اب موجودہ زمانے میں تو حال چال پوچھنے سے یہی مراد لیا جاتا ہے کہ کام کیسا چل رہا ہے؟، بیوی بچے کیسے ہیں؟، تجارت میں فائدہ ہوا یا نہیں؟، نوکری ملی یا نہیں؟ یا پھر گاڑی خریدی یا نہیں؟

بہت کم لوگ ایسے بچے ہیں جو کسی سے یہ جاننے کے لیے حال چال پوچھتے ہوں کہ تمھارے اور رب کے درمیان کا معاملہ کیسا ہے؟ علوم پر عمل میں کامیابی مل رہی ہے نہیں؟ نفس سے جنگ کی کیا کیفیت ہے؟

کتنا اچھا ہوتا جو ہم ایک دوسرے سے حال چال صرف اسی لیے پوچھتے تا کہ اپنے اپنے دلوں کے حالات کو بیان کر سکیں، مختلف کیفیات پر تبادلۂ خیال کر سکیں اور ایک دوسرے کے لیے آخرت کی تیاری میں آسانی کی دعا کر سکیں......، اے کاش ایسا ہو.....،

عبد مصطفی

لین دین

نکاح میں لین دین ایک عام بات ہو گئی ہے- بنا کسی جھجک کے کہا جاتا ہے کہ ہمیں اتنے پیسے اور فلاں فلاں سامان چاہییں- ایک کم پڑھا لکھا شخص بھی اگر انصاف کی نظروں سے دیکھیے تو اسے اس لین دین کی خرابیاں نظر آ جائیں گی-

امام ابو طالب مکی علیہ الرحمہ (م386ھ) لکھتے ہیں کہ نکاح کرنے والے کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ یہ معلوم کرے کہ عورت کو نکاح میں بہ طور جہیز کیا ملے گا اور نہ اس کے لیے یہ جائز ہے کہ اسے کچھ اس لیے دے تا کہ اسے زیادہ ملے اور لوگوں کے لیے بھی جائز نہیں کہ اسے کچھ ہدیہ کریں اور اس کو اس سے زیادہ قیمتی چیز دینے پر مجبور کریں- شوہر کے لیے روا ہے کہ اگر ان کا ارادہ معلوم ہو جائے تو ان کا ہدیہ قبول نہ کرے کیوں کہ یہ سب نکاح کی بدعت ہے اور یہ نکاح میں تجارت کی مانند ہے جو سود میں داخل ہے اور جُوا کے مشابہ ہے اور جس نے اس نیت کے ساتھ اس طرح نکاح کیا یا کرایا تو یہ نیت فاسد ہے اور اس کا یہ نکاح نہ دین کے لیے ہے نہ آخرت کے لیے!

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص نکاح کرتے وقت یہ پوچھتا ہے کہ عورت کیا لائے گی تو سمجھ لو کہ وہ چور ہے لہذا اس کے ساتھ نکاح مت کرو-

[آج تو مانگ کی جاتی ہے کہ یہ اور وہ ہونا چاہیے ورنہ نکاح نہیں ہو گا تو ایسے لوگوں کو چور سے بھی بدتر سمجھا جا سکتا ہے-]

(قوت القلوب، ج2، ص478، ط برکات رضا گجرات بہ حوالہ مہر اور جہیز، ص26)

عبد مصطفی

مقصود کائنات اور ایک روایت

کچھ دنوں پہلے ایک شعر کو لے کر دو گروہوں میں کافی بحث و تکرار ہوئی- وہ بے دم شاہ وارثی کا یہ شعر تھا:

بے دم یہی تو پانچ ہیں مقصود کائنات

خیر النسا حسین و حسن مصطفی و علی

ایک گروپ نے کہا کہ یہ شعر درست نہیں ہے کیوں کہ مقصود کائنات صرف حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے اور دوسرے نے کہا کہ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے- دونوں طرف سے تحریروں اور تقریروں کا سلسلہ شروع ہوا جس میں رافضیت اور خارجیت کے فتوے بھی جاری کیے گئے!

صحتِ شعر کا انکار کرنے والوں کو کسی نے اہل بیت کا دشمن قرار دیا تو دوسری طرف حمایت کرنے والوں کو رافضیت اور شیعیت کا دلال کہا گیا! اس افراط و تفریط کے ماحول سے دور ایک معتدل مزاج رکھنے والی جماعت نے اصلاح کی بھرپور کوشش کی لیکن کچھ لوگوں کے سر پر ایسا بھوت سوار ہے جو کسی کی سننے ہی نہیں دیتا-

جب دونوں طرف سے گولیاں چل رہی تھیں تو اپنی فتح کا جھنڈا بلند کرنے کے چکر میں کچھ لوگوں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ ہم جو گولیاں چلا رہے ہیں وہ کہاں سے لی گئیں ہیں- ہمارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں طرف سے دلائل پیش کیے جا رہے تھے لیکن اس میں بعض لوگوں نے اِدھر اُدھر کی باتوں کو بھی دلیل بنا کر اپنا الو سیدھا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی- مثال کے طور پر اس شعر کو درست کہنے والوں میں سے بعض نے شیعوں کی گھڑی ہوئی روایات کو بھی نہیں چھوڑا- اپنے پلڑے کو بھاری کرنے کے لیے ایسی روایات کو بیان کیا گیا جو مذہب شیعہ کی ترجمانی کرتی ہیں- ایک روایت کچھ اس طرح ہے:

روایت ہے کہ جب اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کے جسم میں روح ڈالی تو حضرت آدم نے عرش کے داہنی طرح نگاہ اٹھا کر دیکھا کہ پنج تن پاک کا نور رکوع اور سجود کر رہا ہے- حضرت آدم نے ان کے متعلق سوال عرض کیا تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ تیری اولاد میں سے پانچ شخص ہیں، اگر یہ (پانچوں) نہ ہوتے تو میں جنت، دوزخ، عرش، کرسی، آسمان، زمین، فرشتے اور انسان وغیرہ کسی کو پیدا نہ کرتا......الخ

اس روایت کا حوالہ دیتے ہوئے کچھ کتابوں کا نام بھی لیا جاتا ہے، مثلاً ایک مقرر صاحب نے کہا کہ اس روایت کو پیر مہر علی شاہ نے اپنی کتاب "مہر منیر" میں لکھا ہے اور اسے حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف منسوب کیا ہے-

پہلی بات تو یہ ہے کہ "مہر منیر" نامی کتاب پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ کی تصنیف نہیں ہے بلکہ مولانا فیض احمد صاحب (خطیب درگاہ غوثیہ مہریہ) کی ہے- یہ کتاب پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی سوانح حیات پر مشتمل ہے- اس میں یہ روایت ایک دوسری کتاب سے نقل کی گئی ہے جس کا نام "ارجح المطالب" ہے- اسی کتاب "ارجح المطالب" کے حوالے سے اور بھی بعض لوگوں نے اس روایت کو نقل کیا ہے- بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ "ارجح المطالب" اہل سنت کی معتبر کتاب ہے لہذا اب ذرا ایک نظر اس کتاب پر بھی ڈالتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ اہل سنت کے نزدیک کتنی معتبر ہے-

ارجح المطالب پر ایک نظر:

یہ کتاب مولوی عبیداللہ امرتسری کی ہے جو کہ سنی نہیں بلکہ تقیہ باز شیعہ تھا- اسی کتاب میں درج ذیل باتیں بھی موجود ہیں:

(1) جو عورت حضرت علی سے بغض رکھے اسے پاخانے کی راہ سے حیض کا خون آتا ہے-

(2) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور علی ایک نور سے ہیں- (اس سے شیعوں کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے)

(3) حضرت ابو بکر صدیق سے باغ فدک کے معاملے میں اجتہادی خطا ہوئی-

(4) شیخین سے بہ تقاضاے بشریت امور شریعت میں غلطی ہو جایا کرتی تھی اور حضرت علی سے غلطی کا صدور ممکن نہیں تھا-

(اس سے عصمت کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے، شیعوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی معصوم ہیں)

(5) محمد بن سیرین کہا کرتے تھے کہ اگر وہ قرآن مل جاتا جو حضرت علی نے جمع کیا تھا تو اس سے بہت علم حاصل ہوتا-

(اس سے بھی شیعوں کا یہ عقیدہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مکمل نہیں)

(6) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علی خیر البشر ہیں، جس نے انکار کیا وہ کافر ہوا-

(7) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ شب معراج اللہ تعالی نے آپ سے کس آواز میں کلام کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علی کی آواز کے ساتھ-

(یہ بھی عقائد شیعہ کی ترجمانی کرتی ہے)

(8)اللہ تعالی نے اپنے فرشتوں کو علی کے منھ کے نور سے پیدا فرمایا-

(9)حضرت فاطمہ کا نکاح فرشتوں کی گواہی سے ہوا-

(دیکھیے ارجح المطالب یعنی سیرت امیر المومنین)

اس کے علاوہ اور بھی کئی عبارات ہیں جو اہل سنت کے بنیادی عقائد کے خلاف ہیں لہذا یہ ہمارے نزدیک معتبر نہیں اور اس کے حوالے اہل سنت پر حجت نہیں ہو سکتے-

(انظر: میزان الکتب، ص 441تا460)

ملک پاکستان کے ایک مشہور خطیب نے اس روایت کو بیان کر کے جب حوالے دینے شروع کیے تو رفتار میں یہ بھی کہتے ہوئے نکل گئے کہ امام اہل سنت، اعلی حضرت رحمہ اللہ تعالی نے بھی اسے نقل کیا ہے......!!!انھوں نے کتاب کا نام ہی نہیں بتایا اور بتاتے بھی کیسے، جب ایسی کوئی کتاب ہی نہیں تھی-

اس روایت کو صحیح ثابت کرنے کے لیے کچھ تفسیر کی کتابوں کا بھی حوالہ دیا جاتا ہے حالانکہ کتب تفاسیر میں موجود روایات کے حالات اہل علم حضرات بہ خوبی جانتے ہیں-ایسے حوالے پیش کرنے سے کوئی فائدہ نہیں-

اس سے ملتی جلتی ایک روایت یوں بیان کی جاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! حضرت آدم علیہ السلام نے کن کلمات کے ذریعے توبہ کی تھی؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللھم اغفر لی بحق محمد و علی و فاطمة و حسن و حسین

یعنی اے اللہ مجھے ان پانچوں (محمد ﷺ، علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ تعالی عنھم) کے وسیلے سے بخش دے-

اس روایت کو امام ابن جوزی نے "الموضوعات" میں داخل کیا ہے اور امام دار قطنی، یحیی بن معین اور ابن حبان کے اقوال کو بھی نقل کیا ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے-

اس کے علاوہ ابو زرعہ، ابو حاتم، ابو معمر، ابن عدی وغیرہ نے اس کے راویوں پر جرح کی ہے-

(انظر: الموضوعات لابن جوزی، ج2، ص3، ط المکتبۃ السلفیۃ بالمدینۃ المنورۃ،

وفیہ حسین الاشقر، قال ابوزرعۃ: منکر الحدیث، وقال ابوحاتم: لیس بقوی، وقال الجوزجانی: غال شتام للخیرۃ، وقال ابومعمر الھذلی: کذاب، وقال النسائی والدارقطنی: لیس بالقوی "المیزان" وقال الذھبی فی الترتیب: عمر لیس بثقۃ، وقال ابن عراق فی التنزیہ: و اخرجہ ابن انجار من طریق محمد بن علی بن خلف العطار من ھذا الضرب عجائب وھو منکر الحدیث والبلاء فیہ عندی منہ لا من حسین)

ہماری اس پوری بحث کا مقصد صرف ایسی روایات کارد کرنا ہے جو شیعوں کی گھڑی ہوئی ہیں اور ان کے مذہب کو تقویت پہنچاتی ہیں نہ کہ یہ ثابت کرنا کہ بے دم شاہ وارثی کا مذکورہ شعر درست ہے یا نہیں؟

فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَار

عبد مصطفی

آپ کیا پڑھتے ھیں؟

جس طرح کھانے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کھانا طبیعت کے موافق ہے یا نہیں اسی طرح کچھ پڑھنے سے پہلے یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ اس کو لکھنے والا عقیدے کے موافق ہے یا نہیں- اگر آپ کسی گمراہ شخص کی لکھی ہوئی باتوں کو پڑھتے ہیں تو یہ آپ کے عقیدے کے لیے کافی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے!

ایسے کئی لوگوں کی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جنھوں نے خود پر بھروسے کے سہارے بدمذہبوں کی کتابوں کے سمندر میں کشتی چلانے کی کوشش کی لیکن دنیا نے دیکھا کہ ان کی کشتی ایسی ڈوبی کے انھیں خبر تک نہ ہوئی!

لوگوں کے لیے یہ بالکل جائز نہیں کہ بدمذہبوں کی کتابیں یا تحریریں پڑھیں کیوں کہ ممکن ہے ان کی کوئی بات آپ کے دل میں جگہ بنا لے پھر دھیرے دھیرے پورے دل ودماغ پر قبضہ کر بیٹھے!

شیخ محی الدین ابن عربی (م 638ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابو عبداللہ یابُری اِشبیلی کا شمار اولیا میں ہوتا ہے- ایک رات آپ ایسی کتاب پڑھ رہے تھے جو امام غزالی علیہ الرحمہ کے رد پر لکھی گئی تھی کہ بینائی (آنکھوں کی روشنی) چلی گئی! آپ نے فوراً بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو کر گریہ وزاری کی اور قسم کھائی کہ آئندہ کبھی بھی اس کتاب کو نہ پڑھوں گا، اسے اپنے آپ سے دور رکھوں گا تو اسی وقت بینائی واپس لوٹ آئی-

(روح القدس فی مناصحۃ النفس بہ حوالہ کشف النور عن الاصحاب القبور مع الحدیقۃ الندیۃ، ج 2، ص 8،

وتقدیم احیاء العلوم، ج 1، ص 75، ط مکتبۃ المدینۃ کراچی)

بدمذہبوں کی کتابیں ہرگز نہ پڑھیں اور نہ تو ان کی تقریریں سنیں- آج کل کچھ لوگ جنھیں اپنے عقائد کا صحیح سے علم نہیں وہ بھی بدمذہبوں کا رد کرنے کے لیے ان کی کتابیں پڑھتے ہیں! جان لیجیے کہ یہ بالکل جائز نہیں!

عبد مصطفی

مجھے پاپَڑ نھیں ملا

باراتیوں کو اچھا کھانا کھلانے کے چکر میں لڑکی والے قرضے میں ڈوب گئے لیکن کچھ باراتیوں کو ابھی بھی شکایت ہے کہ انھیں پاپڑ نہیں ملا! کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ انھیں سلاد اور مچھلی کی زیارت نصیب نہیں ہوئی-

ولیمہ کی دعوت میں لاکھوں روپے خرچ ہو گئے مگر افسوس کہ پاپڑ، سلاد اور مچھلی وغیرہ کا مسئلہ حل نہیں ہو پایا!

ابھی اگر آپ دو تین سو لوگوں کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں تو یہ بھول جائیے کہ آپ سب کو اچھی طرح کھلا پائیں گے! اچھی طرح کا مطلب یہ نہیں کہ جو آپ کو اچھا لگتا ہے بلکہ اس کا مطلب وہ بتائیں گے جنھیں پاپڑ نہیں ملے گا!

میزبان اگر اپنا کلیجہ بھی نکال کر مہمانوں کو تقسیم کر دے تو حال یہ ہے کہ کچھ لوگ کھانے کے بعد کہیں گے: کلیجہ تو دے دیا لیکن صحیح سے پکا ہوا نہیں تھا!

کیا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایسا ہونے کی وجہ کیا ہے؟ آیئے ہم بتاتے ہیں کہ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے:

اس کی بنیادی وجہ ہے کھانے میں تکلف یعنی لوگوں کو وہ کھلانا جو آپ خود نہیں کھاتے؛ آپ جو کھاتے ہیں اس سے زیادہ قیمتی کھانے کا انتظام کرنا-

ہمارے اسلاف کا طرزِ عمل یہ تھا کہ وہ کھانے میں تکلف کو پسند نہیں کرتے تھے، چناں چہ:

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کہ میرے بھائیوں میں سے میرے پاس کون آتا ہے کیوں کہ میں ان کے لیے تکلف نہیں کرتا، کھانے کو جو کچھ ہوتا ہے پیش کر دیتا ہوں- اگر میں ان کے لیے تکلف سے کام لوں تو ان کا آنا مجھے برا لگے گا-

(احیاء العلوم)

یہ جملہ قابلِ غور ہے کہ "اگر میں ان کے لیے تکلف سے کام لوں تو ان کا آنا مجھے برا لگے گا-" آج اگر کچھ لوگ مہمان کو بوجھ سمجھتے ہیں تو اس کی وجہ بھی تکلف ہے-

ایک بزرگ نے تو جب اپنے دوست کو تکلف کرتے دیکھا تو کہنے لگے کہ عام حالات میں نہ تو تم ایسا کھانا کھاتے ہو اور نہ میں، تو پھر ہم اکٹھے ایسا کھانا کیوں کھائیں؟ یا تو تم یہ تکلف چھوڑ دو یا میں تم سے ملنا چھوڑ دوں-

(احیاء العلوم)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ جو چیز ہمارے پاس نہیں اس کے بارے میں ہم مہمان کے لیے تکلف نہ کریں اور جو کچھ موجود ہو پیش کر دیں-

(التاریخ الکبیر للبخاری)

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ لوگوں نے تکلف کی وجہ سے ملنا چھوڑ دیا ہے کہ ان میں سے ایک اپنے بھائی کی دعوت کرتا اور تکلف سے کام لیتا جس کی وجہ سے وہ دوبارہ اس کے پاس نہ آتا-

(احیاء العلوم)

امام غزالی علیہ الرحمہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ جب آپ کو دعوت دی جاتی تو آپ فرماتے کہ میں تین شرائط کے ساتھ تمھاری دعوت قبول کروں گا:

(1)تم بازار سے کوئی نئی چیز نہیں لاؤ گے-

(2)گھر میں جو کچھ ہو وہ سارا پیش نہیں کرو گے-

(3)اپنے اہل و عیال کو بھوکا نہیں رکھو گے-

(ایضاً)

ہم تکلف میں اتنا بڑھ چکے ہیں کہ اب اسے ضروری سمجھنے لگے ہیں- اسی وجہ سے ہم لاکھوں روپے لٹانے کے بعد بھی شکایتیں سنتے ہیں- اگر ہم سادگی اپنائیں تو نتائج کچھ اور ہوں گے-

عبد مصطفی

یوٹیوب یا گمراھی ٹیوب

سمارٹ فون کااستعمال کرنے والے بیشتر لوگ جانتے ہیں کہ یوٹیوب کیا ہے لہذا اس بارے میں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے- شارٹ کٹ میں اتنا جان لیجیے کہ یہ ایک ویب سائٹ ہے جو وڈیوز کے لیے بنائی گئی ہے-اس میں کوئی بھی کہیں سے بھی وڈیوز رکارڈ کرکے اپلوڈ کر سکتا ہے اور پھر شئرنگ کے ذریعے کئی لوگوں تک پہنچا سکتا ہے-

یوٹیوب سے لوگوں کو کافی فائدہ ہوا ہے- جن لوگوں کو مشکل سے ان کے محلے والے بھی نہیں جان پاتے، آج یوٹیوب کی وجہ سے وہ لاکھوں لوگوں میں مشہور ہیں؛ یہ الگ سی بات ہے کہ انھوں نے کس طرح کی وڈیوز سے شہرت حاصل کی-

دیہات میں ایک تقریر کرنے والے کو زیادہ سے زیادہ کتنے لوگ جان پاتے لیکن یہ یوٹیوب ہی ہے کہ انھیں "انٹرنیشنل" سطح پر مشہور کر دیا-

اس سے آپ ہزاروں کلومیٹر دور رہنے والے کسی عالم کی تقریر کو مفت میں سن سکتے ہیں!

یہ تو ہوئی فائدے کی بات لیکن اس کے سائڈ ایفیکٹس دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ یہ یوٹیوب نہیں بلکہ "گمراہی ٹیوب" ہے-ایک شخص نے یوٹیوب کھولا اور تقریر سننی شروع کر دی، اسے پتا ہی نہیں کہ تقریر کرنے والا کس گروپ سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے نظریات کیسے ہیں! پھر دھیرے دھیرے اس کی باتیں اچھی لگنے لگیں، اب وہ جو بھی کہتا ہے اِس کے لیے حرف آخر ہوتا ہے اور وہ شخص اس طرح گمراہی کے کنوے میں جا گرتا ہے-

میرے ایک دوست جو لوگوں کو نیکی کی دعوت بھی دیا کرتے ہیں، ایک دن اسی یوٹیوب کے اوپر گفتگو چل رہی تھی تو انھوں نے ایک مقرر کا نام لیتے ہوئے کہا کہ فلاں مقرر صاحب بھی بہت اچھا بیان کرتے ہیں....،

میں تو فلاں صاحب کا نام سن کر بالکل حیران ہو گیا کیوں کہ ان کا تعلق ایک گمراہ فرقے سے ہے! پاکستان کے رہنے والے ہیں اور اپنی اِموشنَل ایکٹنگ کے لیے جانے جاتے ہیں-

جب میں نے اپنے دوست کو یہ بتایا تو تھوڑی دیر کے لیے ان کی آنکھیں بڑی ہو گئیں پھر انھوں نے آئندہ سے فلاں صاحب کے بیانات نہ سننے ہا کا عہد کیا-

نہ جانے کتنے لوگ اس یوٹیوب کی وجہ سے گمراہ ہوئے ہیں-نوجوانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ اس دلدل میں پھنس چکا ہے جن کے نکلنے کی کوئی راہ نظر نہیں آتی!

اگر آپ یوٹیوب کا استعمال کرتے ہیں تو بہت ہی احتیاط کے ساتھ کریں- علمائے اہل سنت کے علاوہ کسی کا بیان نہ سنیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ یوٹیوب آپ کے لیے گمراہی کا ٹیوب بن جائے-

عبد مصطفی

بیٹی اور سمارٹ فون

بیٹی کی ضد ہے کہ اسے سمارٹ فون چاہیے اور کیوں نہ ہو کہ اس کے ساتھ کالج میں پڑھنے والی اکثر سہیلیوں کے پاس سمارٹ فونز ہیں- ماں باپ نے شروع میں تو منع کیا لیکن پھر وہی کیا جو اپنی لاڈلی بیٹی کے ساتھ ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں-

اب بیٹی کے ہاتھ میں سمارٹ فون ہے.....، سہیلیوں سے فون پر باتیں ہو رہی ہیں.....،

ارے یہ کیا! اب تو بیٹی کا فیس بک اور واٹس ایپ پر کھاتا بھی کھل گیا ہے! دھیرے دھیرے انٹرنیٹ کی دنیا کی طرف قدم بھی بڑھ رہے ہیں اور بالآخر اب پیاری بیٹی بھی سمارٹ فون کی طرح سمارٹ بن چکی ہے-

کیا یہ خوشی کی بات نہیں کہ اب سمارٹ بیٹی اپنے ماں باپ کے سامنے کسی سے بھی چیٹنگ (بات چیت) کر سکتی ہے- ماں باپ کو صرف یہ دکھ رہا ہے کہ بیٹی موبائل اسکرین پر انگلیاں چلا رہی ہے لیکن انھیں اس بات کی خبر نہیں کہ ان کی بیٹی گھر میں ہونے کے باوجود بھی ایک بہت بڑی محفل میں شامل ہے-

آج تو حد ہی ہو گئی، سمارٹ بیٹی نے نکاح کے لیے لڑکا بھی ڈھونڈ لیا ہے اور ضرورت ہے تو بس گھر والوں کے "ہاں" کی؛ اگر آج سختی سے کام لیا تو بیٹی خودکشی بھی کر سکتی ہے یا لڑکے کے ساتھ بھاگ بھی سکتی ہے لہذا لاڈلی بیٹی کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو آپ ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں-

آپ ناراض کیوں ہیں؟ اب تو جشن منانے کا وقت ہے- آپ ہی کی محنت تو رنگ لائی ہے- آپ ہی نے سمارٹ فون کے ساتھ اپنی بیٹی کو کالج کا راستہ دکھایا تو آج آپ کا نام روشن ہوا ہے اور آپ ہیں کہ ناراض ہیں......،

اوہو یہ کیا، لڑکی کا بھائی غصے میں لال پیلا ہو رہا ہے جب کہ اسے تو خوش ہونا چاہیے تھا، وہی تو لڑکی کو اپنی گاڑی پر بیٹھا کر کالج لے جایا کرتا تھا، کم سے کم اسے تو خوش ہونا چاہیے تھا-

چلیے جانے دیجیے اب چھوٹی بیٹی کو سمارٹ فون دلانے کا وقت آ گیا ہے..........،

عورت کی محبت

میرے پاس ایک افسردہ (اُداس) شخص تعویذات کے لیے آیا اور کہنے لگا: میں نے پسند کی شادی کی تھی، لیکن میری اہلیہ نے زبردستی طلاق لے لی حالاں کہ اس نے ہمیشہ ساتھ نبھانے کا پکا وعدہ کیا تھا اور قسمیں بھی کھائی تھیں........،

اب میں اس کے بغیر رہ نہیں سکتا، میرا کوئی حل نکالیں-

میں نے تسلی دیتے ہوئے کہا: آپ کا حل نکالتا ہوں، لیکن اس سے پہلے میری بات سن لیں!

حضرت عاتِکہ بنت زید کا نکاح حضرت عبداللہ بن ابو بکر صدیق سے ہوا تھا- آپ ان سے بے حد محبت کرتے تھے، ان کی جدائی بالکل برداشت نہ کرتے- اسی وجہ سے جب بعض جنگوں میں شریک نہ ہو سکے تو سیدنا صدیق اکبر نے کہا: اپنی بیوی کو طلاق دے دو!

آپ نے والد کی اطاعت کرتے ہوئے بادل نخواستہ (بے دلی سے) طلاق (رجعی) تو دے دی، لیکن شدت محبت میں اشعار پڑھتے رہتے تھے-

ایک دن سیدنا صدیق اکبر نے سنا، وہ کہہ رہے تھے:

اے عاتکہ! میں تجھے اس وقت تک نہیں بھولوں گا جب تک مشرق سے روشنی نکلتی رہے گی اور طوق دار قُمری کُوکُو کرتی رہے گی-

اے عاتکہ! ہر دن رات میرا دل تجھے یاد کرتا رہے گا، ان جذبات کی وجہ سے جو میرے اندر چُھپے ہیں-

یہ اشعار سن کر سیدنا صدیق اکبر پر رقت طاری ہو گئی، اور آپ نے فرمایا: (طلاق سے) رجوع کر لو!

کچھ عرصے بعد جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت عاتکہ نے ان کا مرثیہ کہا، جس کا ایک شعر یہ تھا:

فآليت لاتنفك عيني حزينة

عليك، ولا ينفك جلدى اغبرا

میں نے قسم کھائی ہے کہ میری آنکھیں آپ پر ہمیشہ روئیں گی، اور میرا بدن غبار آلود رہے گا-

پھر سیدنا عمر فاروق نے حضرت عاتکہ کو پیغامِ نکاح بھیجا، جسے آپ نے قبول کر لیا-

ولیمے پر حضرت علی بھی موجود تھے؛ آپ کہنے لگے:

امیر المومنین! اجازت دیں میں عاتکہ سے بات کرنا چاہتا ہوں-

اجازت ملنے پر آپ نے دروازے کی اوٹ میں کھڑے ہو کر کہا:

یاعدیۃ نفسھا این قولک-

اے اپنی جان کی دشمن، تیرا یہ قول کہاں گیا:

فآليت لاتنفك عينى حزينة

عليك ولا ينفك جلدى اغبرا

(کہ اے عبداللہ!) میں نے قسم کھائی ہے میری آنکھیں تم پر ہمیشہ روئیں گی، اور میری جلد غبار آلود رہے گی-

یہ سن کر حضرت عاتکہ رو پڑیں-

سیدنا عمر کہنے لگے:

اے ابوالحسن! آپ کو یہ بات دہرانے کی کیا ضرورت پیش آگئی؟

کل النساء یفعلن ھذا

ساری عورتیں اسی طرح کرتی ہیں-

(انظر: اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، باب العین، ج 5، ص 337، ر 7088، دار المعرفۃ بیروت)

میں نے کہا:

اس میں ہمارے لیے بہت کچھ سبق ہے!!

عورت کے بہتے آنسو اور محبت بھرے الفاظ پر بہت زیادہ اعتماد کرنے کے بجائے، عقل و سمجھ سے کام لیتے ہوئے، اپنے آپ کو قابو میں رکھنا چاہیے-

دانا کہتے ہیں:

1- کھانا جب تک ہضم نہ ہو جائے اس کی تعریف نہیں کرنی چاہیے-

2-دوست سے جب تک قرض نہ مانگ لیں اس پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے-

3-اور عورت کی مرنے سے پہلے تعریف نہیں کرنی چاہیے-

(انظر: المستطرف فی کل فن مستطرف، الباب الثانی فی العقل والذکاء، ص20، ط دار الکتب العلمیۃ بیروت، س1436ھ)

کیوں کہ کھانا، ہضم ہونے سے پہلے پیٹ اور معدہ بھی خراب کر سکتا ہے؛ اس لیے قابلِ تعریف اسی وقت ہو گا جب ہضم ہو جائے گا-

اور باتوں باتوں میں دوستی کے بلند بانگ دعوے ہر کوئی کر سکتا ہے، لیکن جب قرض مانگا جائے تو معلوم ہوتا ہے وہ کتنا مخلص ہے-

اور عورت زندگی میں کسی موڑ پر بھی وفا بدل سکتی ہے (جیسے آپ کے ساتھ ہوا)؛ اس لیے مرنے سے پہلے تعریف و توصیف سے پرہیز کرنا چاہیے-

آج کل ہمارے نوجوانوں کی ایک تعداد عورتوں کی ڈسی ہوئی ہے، اللہ پاک ان کے حال پر رحم فرمائے-

بے انتہا محبت، صرف اور صرف رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کریں؛ باقی سب محبتیں جھوٹی ہیں-

محمد بوٹیا جُھوٹا ای جگ سارا
کملی والے دِیاں سچیاں یاریاں نے

علامہ قاری لقمان شاہد

اسے کھتے ھیں دوستی

امام غزالی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں کہ ایک شخص اپنے دوست کے پاس گیا اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا.....،

دوست نے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ اس نے کہا کہ مجھ پر چار سو درہم قرض ہیں؛ دوست نے چار سو درہم اس کے حوالے کر دیے اور روتا ہوا (گھر کے اندر) واپس آیا!

بیوی نے کہا کہ اگر ان درہموں سے تجھے اتنی محبت تھی تو دیے کیوں؟

اس نے کہا کہ میں تو اس لیے رو رہا ہوں کہ مجھے اپنے دوست کا حال اس کے بتائے بغیر کیوں نہ معلوم ہو سکا حتی کہ وہ میرا دروازہ کھٹکھٹانے پر مجبور ہو گیا-

(انظر: احیاءالعلوم الدین، اردو، ج3، ص843)

امام غزالی مزید لکھتے ہیں کہ دوستی کو نکاح کے تعلق کی طرح تصور کرنا چاہیے کیوں کہ اس میں بھی حقوق ہیں- جو چیز ضرورت اور حاجت سے زائد ہو اسے بنا مانگے اپنے دوست کو دے دے؛ اگر اسے مانگنے اور کہنے کی نوبت آئے تو یہ دوستی کے درجے سے خارج ہے-

(ملخصاً: کیمیائے سعادت، اردو، ص291)

دوستی صرف ٹائم پاس کرنے کا کھلونا نہیں ہے کہ جب جی چاہا کھیلا اور ضرورت پوری ہونے پر پھینک دیا بلکہ یہ ایک بہت پیارا رشتہ ہے-

اس رشتے کو نبھانا بھی ہر کسی کے بس کی بات نہیں- دوست کی ضرورت کو محسوس کرنے کا نام دوستی ہے- اگر ہمارے پاس مال ہے اور دوست کو ضرورت ہے تو اس کے منھ کھولنے سے پہلے دے دینے کا نام دوستی ہے-

اس زمانے میں ایسے دوست بہت کم ملتے ہیں جو اس رشتے کی اہمیت کو سمجھتے ہیں، شاید میں بھی ان میں سے نہیں- ہمارے دوستوں کی تعداد تو سیکڑوں میں ہے لیکن کیا ہم نے کسی ایک سے بھی اچھی طرح دوستی نبھائی ہے؟ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے میں نے گزرے ہوئے دنوں کو یاد کیا تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی کہ میں جواب میں "ہاں" کہہ سکوں..........!!!

عبد مصطفی

عظیم نیکی (دو پیار کرنے والوں کو ملانا)

زبیدہ خاتون رحمہا اللہ نے مکہ شریف کے راستے میں ایک دیوار پر لکھا دیکھا:

اما فی عباد الله او فی امائه

كريم يجلي الهم عن ذاهب العقل

له مقلة اما المآقي قريحة

واما الحشافالنار منه عن رجل

کیااللہ کے بندوں یا باندیوں میں کوئی بھی ایسا سخی نہیں، جو اُس دیوانۂ عشق کا غم غلط کر سکے جس کے گوشہ ہائے چشم زخم خوردہ ہیں، اور مَن کی آگ قدموں تک پہنچ رہی ہے-

زبیدہ نے منت مانی کہ اگر یہ شعر لکھنے والا مجھے مل گیا تو اسے اس کے محبوب تک پہنچا دوں گی-

یہ جب مقامِ مزدلفہ پہنچیں، تو دیکھا کہ ایک شخص یہی اشعار گنگنا رہا ہے-

اِنھوں نے اسے بلا کر پوچھا، تو وہ کہنے لگا:

"یہ اشعار میں نے اپنی چچا زاد کے لیے لکھے ہیں، جس کے گھر والوں نے قسم کھا رکھی ہے کہ وہ اس کا نکاح میرے ساتھ نہیں کریں گے“

زبیدہ خاتون نے لڑکی کے اہلِ خانہ سے رابطہ کیا اور انھیں بہت سارا مال پیش کر کے نکاح کے لیے راضی کر لیا-

نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ لڑکی، لڑکے سے بڑھ کر اس سے عشق کرتی تھی-

زبیدہ رحمھا اللہ اپنے اس کام کو عظیم نیکیوں میں شمار کیا کرتی تھیں، اور کہتیں:

”مجھے اس کارِ خیر سے جتنی خوشی ملی، کسی کام سے نہیں ملی؛ میں نے دو محبت کرنے والوں کو جمع کر دیا-“

(انظر: الداء والدواء، ص 563، ط دار عالم الفوائد، مکۃ المکرمۃ، س 1429ھ)

اللہ کے رحم دل بندے ہمیشہ عشق کے مبتلاؤں پہ رحم کھاتے رہے ہیں؛ کیوں کہ رسول مکرم ﷺ کا فرمان ہے:

لم یر للمتحابین مثل التزوج

دو محبت کرنے والوں کا ہمیں نکاح سے بہتر کوئی حل نظر نہیں آتا-

اسلام میں بوائے فرینڈ، گرل فرینڈ جیسے ناجائز رشتوں کا کوئی تصور نہیں؛ صرف پسند کے نکاح کی ترغیب ہے-

اگر مانع شرعی نہ ہو تو محبت کرنے والوں کے نکاح میں ضرور معاونت کرنی چاہیے، جہاں یہ بڑے اجر و ثواب کا کام ہے، وہیں عظیم فتنے کے سد باب کا ذریعہ بھی ہے-

علامہ قاری لقمان شاہد

پیار کرنے والوں کا نکاح

ویسے تو لڑکوں اور لڑکیوں کو پیار، محبت اور عشق کے نام سے بھی دور رہنا چاہیے لیکن اگر کوئی اس بیماری میں مبتلا ہو جائے تو عشق کا اظہار کرنے، تحفے دینے، باتیں اور ملاقاتیں کرنے کے بجائے نکاح کی کوشش کرنی چاہیے-

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

لم ير للمتحابين مثل التزوج

دو محبت کرنے والوں کا ہمیں نکاح سے بہتر کوئی حل نظر نہیں آتا-

اب چوں کہ لڑکے اور لڑکیوں کو اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ساتھ پڑھایا جاتا ہے تو اس بلا میں پڑنا لازمی ہے- اب تو لوگ اتنے آگے نکل چکے ہیں کہ لڑکیوں کو بے پردہ پڑھنے کے لیے بھیجنا غلط ہی نہیں سمجھتے!

لڑکوں کو گاڑی اور سمارٹ فون کے ساتھ جیب خرچ (پاکٹ منی) دے کر ماں باپ اپنے آپ کو اچھے سے اچھا سمجھتے ہیں- ایسے حالات میں کبھی بھی آپ کو اپنے بیٹے کی "گرل فرینڈ" اور اپنی بیٹی کے "بوائے فرینڈ" کی زیارت کا شرف حاصل ہو سکتا ہے!

اگر کوئی شرعی وجہ نہ ہو تو بہتری اسی میں ہے کہ فتنے کو روکنے کے لیے ان کا نکاح کر دیا جائے- اگر کسی وجہ سے نکاح نہ ہو سکے تو اولاد کو بھی چاہیے کہ جلد بازی میں کوئی قدم نہ اٹھائیں بلکہ صبر سے کام لیں-

عبد مصطفی

پرسنل سوال مت کیجیے

کسی سے اُس کے حالات کے بارے میں سوال کرنا یا کوئی مسئلہ پوچھنا اچھی بات ہے لیکن ذاتی سوالات کرنا درست نہیں ہے- کچھ لوگ بنا سوچے سمجھے بڑے عجیب و غریب سوالات پوچھ لیتے ہیں-

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ نے جب شادی کی اور اگلے دن باہر نکلے تو ایک شخص نے پوچھا:

آپ کیسے ہیں؟

آپ نے فرمایا کہ اچھا ہوں اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں-

پھر اس شخص نے پوچھا:

رات کیسی گزری؟ یا پوچھا کہ آپ نے اپنی زوجہ کو کیسا پایا؟

یہ سن کر آپ نے (غصے میں) فرمایا: تم ایسا سوال کیوں پوچھتے ہو جس کا جواب چھپانا پڑے، اللہ تعالی نے گھروں کے پردے اور دروازے اس لیے بنائے ہیں تاکہ اندر کی بات اندر ہی رہے- تمھیں گھر سے باہر کی باتیں پوچھنی چاہییں اور صرف ظاہری امور کے متعلق پوچھنا ہی کافی ہے-

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، اردو، ج 1، ص 349 و قوت القلوب، اردو، ج 2، ص 20)

ایک شخص نے حضرت سلیمان بن مہران اعمش رحمہ اللہ سے پوچھ لیا کہ:

آپ نے رات کیسی گزاری؟

یہ سوال آپ رحمہ اللہ کو ناگوار گزرا اور آپ نے بلند آواز سے اپنی کنیز کو پکارا کہ بستر اور تکیہ لے کر آؤ؛ جب وہ لے کر آئی تو آپ نے فرمایا کہ اسے بچھا کر لیٹ جاؤ یہاں تک کہ میں بھی تیرے پہلو میں لیٹ جاؤں تاکہ ہم اس (سوال کرنے والے) شخص کو دکھا سکیں کہ ہم نے رات کیسے گزاری ہے!

آپ رحمہ اللہ فرمایا کرتے کہ (آج کل) ایک شخص اپنے دوست سے ملتا ہے تو اس سے ہر شے کے متعلق پوچھ ڈالتا ہے یہاں تک کہ گھر میں موجود مرغی تک کی خیریت معلوم کر لیتا ہے لیکن اگر اس کا دوست اس سے ایک درہم مانگ لے تو وہ نہیں دیتا! جب سلف صالحین آپس میں ملتے تو صرف یہ کہتے کہ آپ کیسے ہیں؟ یا فرماتے کہ اللہ تعالی آپ کو سلامت رکھے اور اگر ان سے کچھ مانگا جاتا تو فوراً عطا فرما دیتے-

(ملخصاً: قوت القلوب، اردو، ج 2، ص 20، 21)

عبد مصطفی

لیا ھے تو دو شور مچاتے کیوں ھو

لڑکے والوں کی طرف سے ایک لاکھ روپے اور ایک گاڑی کی مانگ کی گئی ہے جس کی وجہ سے لڑکی کے گھر والوں کا چہرہ دیکھنے لائق ہے- یہ وہی لڑکی والے ہیں جو چند سالوں پہلے لڑکے والے تھے- جب یہ لڑکے والے تھے تب انھوں نے بھی ایک لاکھ روپے اور گاڑی کی مانگ کی تھی لیکن جب آج کسی نے ان سے مانگا ہے تو چہرے پر بارہ بجے ہوئے ہیں-

کتنی عجیب بات ہے نا کہ جب لینا تھا تب یہ غلط نہیں تھا پر جب دینے کی باری آئی تو یہ برا لگ رہا ہے- سچ تو یہ ہے کہ لینے والے اور دینے والے میں کوئی فرق نہیں ہے، دونوں ہی دولت کے بھوکے ہیں-

جن لوگوں نے اپنے لڑکے کی شادی میں دوسروں کا مال لوٹا ہے انھیں تو اس بات کا حق ہی نہیں ہے کہ اپنی باری میں اس لین دین کو غلط کہیں؛ اور جو لوگ آج دے کر، کل لینے کا خواب دیکھ رہے ہیں وہ بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہیں-

اگر آپ واقعی اسے غلط سمجھتے ہیں تو شروعات آپ کو ہی کرنی ہوگی- آپ اس کے خلاف تنہا کھڑے ہو جائیں اور دوسروں کے لیے خود کو امید کی ایک کرن بنا دیں-

اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر ہم وہی کہیں گے کہ "لیا ہے تو دو شور مچاتے کیوں ہو"

عبد مصطفی

کوئی ایک ایسا دکھاؤ

ایسی کئی ہستیاں گزری ہیں جنھیں لاکھوں کروڑوں لوگوں نے اپنا پیشوا، راہ نما، لیڈر اور امام بنایا لیکن کیا اُن میں سے کوئی ایک بھی ایسا دکھایا جا سکتا ہے جس کے کروڑوں چاہنے والوں نے اپنے مقتدا سے اِس قدر محبت کی ہو کہ اُس کے سفید رنگ کے بالوں کو بھی گن کر یاد رکھا ہو؟ نہیں ایسا کوئی نہیں ہے سوائے ہمارے نبی پاک ﷺ کے، کہ جن کے صحابہ نے یہ تک روایت کیا کہ آپ ﷺ کے کتنے بال سفید رنگ کے تھے-

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے سر مبارک میں سترہ یا اٹھارہ بال سفید تھے-

(مسند امام احمد بن حنبل)

مسلم شریف میں ہے کہ آپ ﷺ کے تھوڑے سے بال داڑھی میں، تھوڑے سے کنپٹیوں میں اور تھوڑے سے بال سر مبارک میں سفید تھے۔

(صحیح مسلم)

بخاری شریف میں ہے کہ آپ ﷺ کے بالوں میں تھوڑی سی سفیدی ہوتی تھی۔

(صحیح بخاری)

ایک اور روایت میں ہے کہ وفات کے وقت آپ کے بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔

(ایضاً)

(ملخصاً: شمائل الرسول لابن کثیر، اردو، ص112)

بِھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ
کیسے پھولوں میں بسائے ہیں تمھارے گیسو

عبد مصطفی

ایمان اور حب محمد ﷺ

حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی جیلانی لکھتے ہیں:

رسول کریم ﷺ کو چاہنا ایمان ہے، اور سب سے زیادہ چاہنا کمالِ ایمان ہے۔ یہ ایک ایسی منصوص حقیقت ہے جو ہر طرح کے شکوک وشبہات سے بالاتر ہے۔

یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ "ابجد" کے حساب سے "ایمان" کا جو عدد ہے، بعینہ وہی عدد "حب محمد" ﷺ کا بھی ہے۔

ایمان کا عدد ہے: ایک سو دو (102) اور یہی عدد "حب محمد" ﷺ کا بھی ہے۔

یہ اتفاق بھی قابل دید ہے کہ جو عدد "کفر" کا ہے، بعینہ وہی عدد "ہجر محمد" کا بھی ہے۔

کفر کا عدد ہے: تین سو(300)اور "ہجر محمد" کا بھی یہی عدد ہے- ہجر کہتے ہیں قطع تعلق کر لینے کو.......، الغرض نبی کی محبت ہی ایمان ہے اور ایمان ہی نبی کی محبت ہے-

(ملتقطاً: کتاب "یاایھاالذین آمنوا" پر تبصرہ، ج1، ص12)

اللہ تعالی ہمیں حقیقی "حب محمد" ﷺ عطا فرمائے-

عبد مصطفی

ہر صحابی نبی ! جنتی ! جنتی!!

حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس مسلمان کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے (یعنی میرے صحابہ) کو دیکھا-

(جامع ترمذی، باب ماجاء فی فضل رایٔ النبی ﷺ وصحبہ، اردو، ج3، ص873، ر3793)

حضور اکرم ﷺ کے تمام صحابہ جنتی ہیں، اب چاہے وہ حضرت مولا علی ہوں یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہما.....،

جو جاہل مجاور حضرت امیر معاویہ کو معاذ اللہ جہنمی کہتے ہیں وہ دراصل اپنے لیے دوزخ میں گھر بنا رہے ہیں-

عبد مصطفی

رمضان کا آخری جمعہ اور قضا نماز

کچھ لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ رمضان کے آخری جمعے کو چند رکعتیں پڑھنے سے پوری عمر کی قضا نمازیں معاف ہو جاتی ہیں- بعض جگہوں پر تو اس کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے مانو کوئی بمپر آفر آیا ہو-

ایک مرتبہ میں نے اپنے محلے کی مسجد میں دیکھا کہ ایک اشتہار لگا ہوا ہے جس میں پوری عمر کی قضا نمازوں کو چٹکی میں معاف کروانے کا طریقہ لکھا ہوا تھا اور تائید میں چند بے اصل روایات بھی لکھی ہوئی تھیں....،

میں نے فوراً اس اشتہار کو وہاں سے ہٹا دیا اور اس کو لگانے والے کے متعلق دریافت کیا لیکن کچھ معلوم نہ ہو سکا-

ایسا آفر دیکھنے کے بعد وہ لوگ جن کی بیس تیس سال کی نمازیں قضا ہیں، اپنے جذبات پر قابو نہیں کر پاتے اور اصل جانے بغیر اس پر یقین کر لیتے ہیں- اس طرح کی باتیں بالکل غلط ہیں اور ان کی کوئی اصل نہیں ہے؛ علماے اہل سنت نے اس کا رد کیا ہے اور اسے ناجائز قرار دیا ہے-

امام اہل سنت، اعلی حضرت رحمہ اللہ تعالی اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ جاہلوں کی ایجاد اور محض ناجائز و باطل ہے-

(انظر: فتاوی رضویہ، ج7، ص53، ط رضا فاؤنڈیشن لاہور)

امام اہل سنت ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ آخری جمعہ میں اس کا پڑھنا اختراع کیا گیا ہے اور اس میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس نماز سے عمر بھر کی اپنی اور ماں باپ کی بھی قضائیں اتر جاتی ہیں محض باطل و بدعت سیئہ شنیعہ ہے، کسی معتبر کتاب میں اس کا اصلاً نشان نہیں-

(ایضاً، ص418، 419)

صدر الشریعہ، حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں کہ شب قدر یا رمضان کے آخری جمع کو جو یہ قضاے عمری جماعت سے پڑھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ عمر بھر کی قضائیں اسی ایک نماز سے ادا ہو گئیں، یہ باطل محض ہے-

(بہار شریعت، ج1، ح4، ص708، قضا نماز کا بیان)

حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے بھی اس کا رد کیا ہے اور اس کا تائید میں پیش کی جانے والی روایات کو علامہ ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ کے حوالے سے موضوع قرار دیا ہے-

(فتاوی امجدیہ، ج1، ص272، 273)

علامہ قاضی شمس الدین احمد علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بعض لوگ شب قدر یا آخر رمضان میں جو نماز قضاے عمری کے نام سے پڑھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ عمر بھر کی قضاؤں کے لیے یہ کافی ہے، یہ بالکل غلط اور باطل محض ہے-

(قانون شریعت، ص241)

حضرت علامہ مفتی محمد وقار الدین قادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بعض علاقوں میں جو یہ مشہور ہے کہ رمضان المبارک کے جمعة الوداع کو چند رکعات نماز قضاے عمری کی نیت سے پڑھتے ہیں اور خیال یہ کیا جاتا ہے کہ یہ پوری عمر کی قضا نمازوں کے قائم مقام ہے، یہ غلط ہے۔ جتنی بھی نمازیں قضا ہوئی ہیں ان کو الگ الگ پڑھنا ضروری ہے۔

(وقار الفتاوی، ج2، ص134)

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں کہ بعض انپڑھ لوگوں میں مشہور ہے کہ رمضان کے آخری جمعہ کو ایک دن کی پانچ نمازیں وتر سمیت پڑھ لی جائیں تو ساری عمر کی قضا نمازیں ادا ہو جاتی ہیں اور اس کو قضاے عمری کہتے ہیں، یہ قطعاً باطل ہے۔ رمضان کی خصوصیت، فضیلت اور اجر و ثواب کی زیادتی ایک الگ بات ہے لیکن ایک دن کی قضا نمازیں پڑھنے سے ایک دن کی ہی ادا ہوں گی ساری عمر کی ادا نہیں ہوں گی۔

(شرح صحیح مسلم، ج2، ص352)

ثابت ہوا کہ ایسی کوئی نماز نہیں ہے جسے پڑھنے سے پوری عمر کی قضا نماز ادا ہو جائے۔ یہ جو نماز پڑھی جاتی ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ یہ ناجائز و باطل ہے۔

عبد مصطفی

نکاح ہو تو ایسا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ کا نکاح ہے....، بارات میں آپ کے دوست احباب بھی دلہن کے گھر چلے....، گھر پہنچے تو آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے اِن سے فرمایا:

"اللہ تعالی آپ لوگوں کو جزاے خیر عطا فرمائے، اب آپ لوگ لوٹ جائیں"

اور گھر کے اندر نہ جانے دیا جس طرح کہ بیوقوف لوگ اپنے دوستوں کو زوجہ کے گھر داخل کر لیتے ہیں۔

جب آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے گھر خوب سجا دیکھا تو فرمانے لگے کہ تمھارے گھر کو بخار آگیا ہے یا کعبہ شریف یہاں منتقل ہو گیا ہے؟

اہل خانہ نے کہا کہ ایسا نہیں ہے۔

پھر آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے دروازے پر لٹکے پردے کے سوا سارے پردے اتروا دیے پھر اندر داخل ہوئے اور وہاں بہت سارا سامان دیکھا تو پوچھا کہ اتنا سامان کس لیے ہے؟

گھر میں موجود لوگوں نے کہا کہ یہ آپ کے اور آپ کی زوجہ کے لیے ہے-

آپ نے فرمایا: مجھے میرے خلیل محمد ﷺ نے زیادہ مال و دولت جمع کرنے کی نہیں بلکہ اس بات کی نصیحت فرمائی تھی کہ تمھارے پاس دنیاوی مال صرف اتنا ہو جتنا مسافر کا زادراہ ہوتا ہے-

پھر آپ نے وہاں ایک خادم کو دیکھا تو پوچھا کہ یہ کس کے لیے ہے؟

گھر والوں نے کہا کہ یہ آپ کی اور آپ کی اہلیہ کی خدمت کے لیے ہے-

آپ نے فرمایا: مجھے میرے خلیل ﷺ نے خادم رکھنے کی نصیحت نہیں فرمائی بلکہ صرف اسے روکنے کا فرمایا جس سے میں نکاح کروں اور فرمایا کہ اگر تم نے (سسرال والوں سے) مزید کچھ لیا تو تمھاری عورتیں تمھاری نافرمان ہو جائیں گی اور اس کا گناہ خاوند پر ہوگا اور عورتوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی!

پھر آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے وہاں موجود عورتوں سے فرمایا کہ تم سب یہاں سے جاؤ گی یا یوں ہی میرے اور میری بیوی کے درمیان آڑ بنی رہو گی؟ وہ بولیں کہ ہم چلی جائیں گی-

جب آپ اپنی بیوی کے پاس گئے تو فرمایا کہ: جو میں کہوں مانو گی؟

بیوی بولی: جی ہاں! میں آپ کی اطاعت کروں گی-

پھر آپ نے فرمایا: مجھے میرے خلیل ﷺ نے نصیحت فرمائی ہے کہ جب اپنی بیوی کے پاس جاؤ تو اس کے ساتھ مل کر اللہ تعالی کی عبادت کرو، پھر دونوں میاں بیوی اٹھے اور جب تک ہو سکا اللہ تعالی کی عبادت میں مصروف رہے، اس کے بعد حق زوجیت ادا کیا-

(ملخصاً و ملتقطاً: حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء، اردو ترجمہ بہ نام اللہ والوں کی باتیں، ج 1، ص 348، 349، ط مکتبۃ المدینۃ کراچی، س 1434ھ)

کاش کہ ہم بھی اپنے نکاح میں دنیا کی رنگینیوں کو چھوڑ کر سنت مصطفی کی سادگی کو اپنائیں-

اللہ تعالی ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

عبد مصطفی

شفاعت

روز قیامت جب تمام انبیاے کرام فرمائیں گے کہ :

اذھبوا الی غیری

(تم کسی اور کے پاس جاؤ)

اس وقت ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے :

انا لھا

(میں شفاعت کے لیے ہوں)

(1) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، 2/684

(2) صحیح مسلم، کتاب الایمان، 1/111

(3) مسند امام احمد بن حنبل، 2/435

(4) سنن ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، 4/196

(5) المواھب اللدنیۃ، 4/446

(6) صحیح بخاری، کتاب التوحید، 2/1101

(7) صحیح مسلم، باب اثبات الشفاعۃ، 1/108

(8) سنن ابن ماجہ، 329

(9) سنن ترمذی، ابواب التفسیر، 3159

(10) سنن ترمذی، ابواب المناقب، 5/154

(11) الخصائص الکبری، 2/218

(12) مسند احمد بن حنبل، عن ابی بکر الصدیق، 1/5

(13) موارد الظامان، 642

(14) مسند ابی یعلی، 1/59

(15) کنزالعمال بہ حوالہ البزار، 14/268

(16) مسند احمد بن حنبل، عن عبداللہ بن عباس، 1/281

(17) مسند ابی یعلی، عن عبداللہ بن عباس، 3/5

(18) المعجم الکبیر، 6/248

(19) السنۃ لابن ابی عاصم، 190

(20) المصنف لابن ابی شیبہ، 6/312

(ملخصاً: ضیاء الدین المتین فی تسہیل تجلی الیقین)

کہیں گے اور نبی اذھبوا الی غیری

میرے حضور کے لب پر انا لھا ہو گا

عبد مصطفی

OUR OTHER PAMPHLETS

بہار تحریر
PART 3
عبد مصطفی
ABDE MUSTAFA

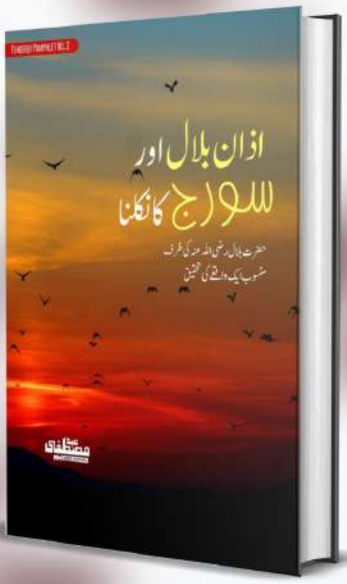
TEHQEEQI PAMPHLET NO. 2
اذان بلال اور
سورج کا نکلنا
حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرف
منسوب ایک واقعے کی تحقیق
عبد مصطفی

بہار تحریر
عبد مصطفی
ABDE MUSTAFA

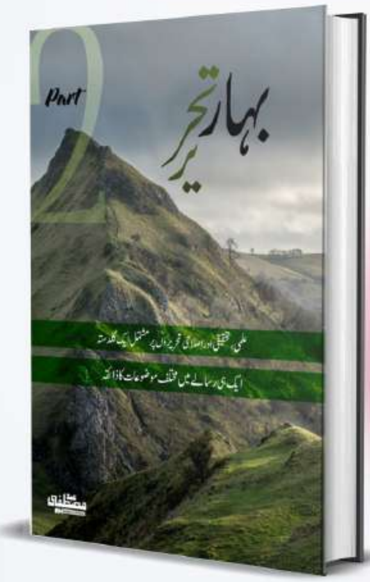
Part
بہار تحریر
ایک ہی رسالے میں مختلف موضوعات کا ذائقہ
عبد مصطفی

بہار تحریر
حصہ 5
عبد مصطفی

شب معراج
غوث پاک
عبد مصطفی
TEHQEEQI PAMPHLET

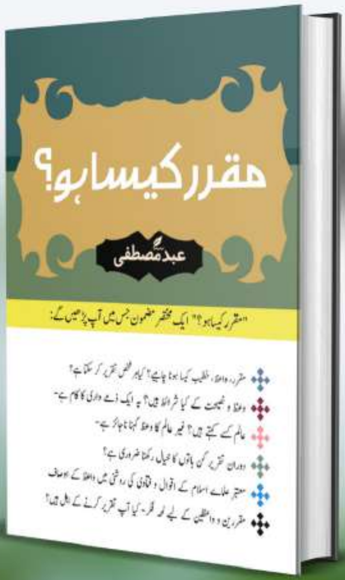
مقرر کیسا ہو؟
عبد مصطفی

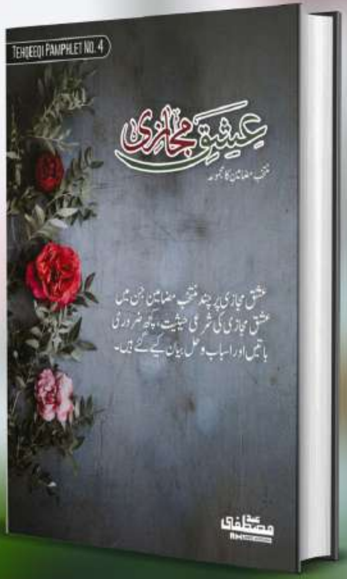
TEHQEEQI PAMPHLET NO. 4
عشق مجازی
عبد مصطفی

TEHQEEQI PAMPHLET NO. 1
اللہ تعالی کو
"اوپر والا" یا "اللہ میاں" کہنا کیسا؟
اعلی حضرت، صدر الشریعہ، مفتی اعظم ہند،
بحر العلوم، فقیہ ملت، شارح بخاری،
حکیم الامت، فیض ملت رحمہم اللہ کے فتاوی
عبد مصطفی